فرقہ بندی کا دور
اور ایک مسلمان کی ذمہ داری

پروفیسر عبداللہ ناصر رحمانی

ان الحمدللہ نحمدہ و نستعینہ.............

" اما بعد: فان خیر الحدیث کتاب اللہ و خیر الهدی محمد ﷺ وشر الامور محدثاتها و کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار.

اما بعد: اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم: واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا............الاية" (آل عمران : ۱۰۳)

''اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں افتراق نہ کرو''۔

''فرقہ بندی کا دور اور ایک مسلمان کی ذمہ داری'' کے موضوع پر چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔(وما توفیقی الا باللہ)

یہ دور فرقوں کا دور ہے اور فرقے ظاہر ہو چکے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔تنظیمیں بنتی رہتی ہیں اور بنتی رہیں گی۔ان حالات میں ایک مسلمان کی کیا ذمہ داری ہے اور کیا کردار ہے اس موضوع کے تعلق سے پہلے کچھ مقدمات ہیں جن کا فیصلہ ضروری ہے۔پہلا مقدمہ یہ ہے کہ ہم فیصلہ کریں کہ زیادہ علم کس کو ہے؟ ہمیں یا اللہ تعالیٰ کو، ہم زیادہ جانتے ہیں یا پروردگار؟ پہلے اس بات پر سوچیں، غور کریں اور اس کا فیصلہ کریں۔قرآن بھی کہتا ہے:

" انتم اعلم ام اللہ "(البقرۃ:۱۴۰)

''کیا تمہیں زیادہ علم ہے یا اللہ تعالیٰ کو''۔

اگر زیادہ علم اللہ تعالیٰ کو ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کے فرامین ہماری کسی وضاحت کے محتاج ہیں؟ ہماری کسی تاویل کے محتاج ہیں؟ ظاہر ہے کہ ہم سب کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم پوری کائنات پر حاوی ہے۔صحیح بخاری میں موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں یہ بات مذکور ہے کہ جب وہ کشتی میں بیٹھے تو ایک پرندہ دیکھا جس نے اپنی چونچ میں سمندر میں سے پانی بھرا، (جن کا تعلق اللہ کے ساتھ ہوتا ہے وہ دنیا کی ہر چیز کو دین کے ساتھ، آخرت کے ساتھ مربوط کرتے ہیں اور جوڑتے ہیں، یہ منظر اللہ کے دو نبیوں نے دیکھا) تو خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تم نے یہ پرندہ دیکھا ہے اس نے اپنی چونچ میں پانی بھرا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں، تو خضر علیہ السلام نے فرمایا: کہ میرا علم تمہارا علم اور پوری مخلوق کا علم (ان مخلوقات میں فرشتے، اور جن ہیں اور انسان بھی ہیں جو بڑے مدبر، مفکر اور فلسفی اور منطقی ہیں اور ان میں محدثین، خطباء اور شعراء بھی ہیں) اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں اتنا ہے جتنا اس پرندے کی چونچ کا پانی اس سمندر کے مقابلے میں''۔

یہ تشبیہ صرف سمجھانے کے لیے ہے، ورنہ اللہ رب العزت کا علم اور اس کی صفات مثالوں میں مقید نہیں ہوسکتی۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم انسانوں کو اپنے دین کا مکلف اور پابند بنایا ہے، ہماری حاجات کیا ہیں اور دین کے تعلق سے ہماری ذمہ داری کیا ہے، اس کا علم زیادہ کس کو ہے؟ ہمیں یا اللہ تعالیٰ کو؟ قرآن مجید میں ہے:

" ألا یعلم من خلق وهو اللطیف الخبیر "(الملک:۱۴)

''اللہ رب العزت اپنی مخلوق کو خوب جانتا ہے''۔

کیونکہ وہی خالق ہے، لہذا وہی زیادہ جانتا ہے کہ مخلوق کے لیے کیا بہتر ہے اور کیا بدتر، وہ خوب جانتا ہے کہ بندوں کے امراض کیا ہیں اور ان کا علاج کیا ہے رسول

اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

" الطبيب هو الله" ۔

"طبیب تو اللہ تعالیٰ ہے"۔

یہ سب مقدمات ہیں جن سے سب مسلمان متفق ہیں ان میں کسی مسلمان کو کوئی اختلاف نہیں۔

تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ان کے نقصان اور امراض سے آگاہ کردیا ہے یا نہیں؟ (یعنی کونسی چیز نقصان دہ ہے اور کونسی نافع) یہ قرآن کا اصل موضوع ہے، کیونکہ کتاب وسنت کا موضوع انسان ہے، انسان ہی مخاطب ہے اور الحمد للہ رب العالمین سے لیکر الناس تک انسان ہی موضوع بحث ہے۔

یہ سارے مقدمات بالکل واضح ہیں، اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی صورت میں ایک ضابطہ حیات عطا فرمایا ہے۔ اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ جسے اللہ نے ہمارے لیے ضابطہ حیات مقرر فرمایا ہے وہی ہمارے لیے بہتر ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

" ورضيت لكم الاسلام دينا" (المائدہ:۳)

"میں نے اسلام کو بطور دین تمہارے لیے پسند کرلیا ہے"۔

یہی میرا پسندیدہ دین ہے اور کوئی نہیں، چنانچہ دوسری جگہ فرمایا:

" فماذا بعد الحق الا الضلال" (یونس:۳۲)

"جب حق متعین ہوجائے تو باقی جو کچھ ہے وہ گمراہی ہے"۔

کیونکہ کتاب وسنت کا حق ہونا متعین ہے، اس لیے کتاب وسنت کے سوا جو کچھ ہے وہ گمراہی ہے۔ (یہ سب واضح مقدمات ہیں) امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

" نحن قوم اعزنا الله بالاسلام فاذا طلبناه في غيره اذلنا الله"۔

"ہم وہ قوم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری عزت دین اسلام میں رکھی ہے۔ اگر ہم نے اپنی عزت دین اسلام کے علاوہ کسی اور جگہ تلاش کرنے کی کوشش کی (کہ فلاں ضابطہ فلاں قانون ہمارے لیے عزت کا باعث ہوسکتا ہے) تو اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل کردے گا"۔

لہذا ایک مومن کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ہر مسئلہ اور معاملہ میں دین اسلام کی طرف رجوع کرے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے اور ہماری عزت ورفعت کی اساس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

" ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين" (آل عمران:۱۳۹)

"نہ تم سستی کرو اور نہ غمگین ہو تم ہی غالب رہو گے، اگر تم ایماندار رہو"۔

اس معنی کی اور بھی بہت سی آیات ہیں، جب اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تو پھر ہم کبھی ذلیل، شکست خوردہ اور مغلوب ومقہور نہیں ہوسکتے اور اگر ہمیں شکست لاحق ہو یا ہم کبھی ذلت کی دلدل میں پھنس جائیں تو اس کا لازمی معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ (کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ کا ساتھ ہے دنیا کی کوئی طاقت ہمیں زیر نہیں کرسکتی) ہماری شکست اور ذلت کا یہی ایک معنی ہے اور کوئی نہیں۔ ہماری شکست اور ذلت کا یہ معنی قطعاً نہیں کہ ہماری طاقت، وسائل، اسلحہ اور تعداد کم تھی، جنگ موتہ میں مسلمان ۳۰۰۰ اور دشمن ایک لاکھ، پھر بھی مسلمانوں نے مقابلہ کیا اور شکست نہ کھائی، اس کا معنی یہ ہوا کہ ہم تعداد وغیرہ کے محتاج نہیں.........ہمارے مغلوب ومقہور ہونے کا ایک ہی معنی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں چھوڑ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جانتا ہے، ہمارے نفع ونقصان کا علم بھی اس کو ہے، ہمارا اصل طبیب بھی وہی ہے، اور اس نے سب باتیں طے کردی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمارے فشل (ناکامی، ذلت ورسوائی) کے اسباب بیان کردیئے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ولا تنازعوا فتفشلوا و تذهب ریحکم" (الانفال:۴۶)

''آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے (جو کہ ہمارا خالق و مالک ہے، جو سب سے زیادہ علم رکھتا ہے، جو ہمارے نفع و نقصان کو جانتا ہے، جو ہمارا خیر خواہ ہے، جو امراض کی تشخیص رکھتا ہے اور ان کا علاج بھی جانتا ہے) ہمارے فشل کا ایک ہی سبب بیان فرمایا ہے اور وہ ہے فرقہ بندی، تنازعات، اختلافات، اب اس فشل کا علاج بھی اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے۔ چنانچہ پہلے تمہید افرمایا:

"یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا و انتم مسلمون"۔(آل عمران:۱۰۲)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہیے اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا''۔

یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ جیسے ڈرنے کا حق ہے، اور یہ بات مسلسل تمہارے دھیان میں رہے کہ تم پر موت آئے تو اسلام کی حالت میں آئے، کفر میں نہ آئے کیونکہ موت کی دو حقیقتیں اٹل ہیں، ایک یہ کہ اس نے سب پر آنا ہے، دوسری یہ کہ بتا کر نہیں آنا، جب موت نے سب پر آنا ہے اور اچانک آنا ہے تو ذمہ داری بڑھ گئی۔ لہذا یہ بات مسلسل دھیان میں رہے کہ تم پر موت آئے تو اسلام کی حالت میں آئے۔ اپنے آپ کو ٹھیک کر لو اپنا قبلہ درست کر لو، اس کا طریقہ یہ ہے کہ موت کو یاد رکھو، اور اپنے آپ سے پوچھو کہ اگر آج موت آجائے تو کیا میں موت کے لیے تیار ہوں۔ اگر آج میں مر جاؤں تو کامیاب ہو جاؤں گا؟ کیا میں شرک و بدعت میں تو گرفتار نہیں؟ کیا کوئی گناہ تو نہیں کر رکھے، جن سے ابھی تک توبہ نہیں کی؟ کسی کا حق تو نہیں مارا، کسی کی غیبت تو نہیں کی، چغلی تو نہیں کی، کیونکہ یہ سارے امور وہ ہیں جن کے متعلق بازپرس ہوگی، اگر آج ابھی موت آجائے تو کیا ہم مستعد ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے کیا کہا؟ اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے پیارے ہو تو اپنے لیے موت کی تمنا کرو، کیونکہ موت سے ہی تم اپنے پیارے سے مل سکو گے، پھر فرمایا کہ یہ موت کی تمنا نہیں کریں گے، کیوں؟ اس لیے کہ یہ جانتے ہیں کہ آگے ہمارے اعمال کیا ہیں، کیا کیا سیاہ کاریاں ہیں، کیا گندہ عقیدہ ہے، کیا نجس اعمال ہیں، انہیں معلوم ہے کہ اس حال میں موت آئے گی تو ہمارا ستیاناس ہوگا، عذاب الیم میں مبتلا کر دیئے جائیں گے، اس عذاب کو کیسے برداشت کریں گے۔

بہر حال یہ تو ابھی تمہید چل رہی ہے کہ حق تقویٰ اختیار کرو اور اس بات پر پورا دھیان رکھو کہ موت اسلام پر آنی چاہیے، اس کے بعد حق تقویٰ ادا کرنے اور اسلام پر مرنے کا طریقہ اور اس کی راہنمائی ہے چنانچہ فرمایا:

"واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا........... الایۃ" (آل عمران:۱۰۳)

''اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو''۔

یعنی یہ اس طرح ممکن ہے کہ مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو تھام لو اور تفرقہ نہ کرو، فرقے نہ بنو، تنازع نہ کرو، یہ اصلاح کا راستہ ہے، اس راہ پر چلو گے تو حق تقویٰ بھی ادا ہوگا اور اللہ تعالیٰ تمہاری مدد اور بہتری کی تدبیر فرمائے گا، اور تمہارے خاتمے کی حفاظت فرمائے گا، کیونکہ تم نے اپنا قبلہ درست کر لیا، کہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو تھام لیا اور اپنی ذات کو تفرقے کا باعث نہیں بنایا۔

یہ سارے مقدمات بالکل باہم مربوط ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمارے فشل اور ناکامی کا سبب بتا دیا ہے اور اس کا علاج بھی بتا دیا ہے، سب سے اہم بات یہ ثابت ہوئی کہ ہمارا تفرقہ و تنازعات کا شکار ہونا، ہمارے فشل کا سبب ہے، یعنی اصل خرابی اور ہمارے ضعف کا اصل سبب یہی افتراق ہے۔ اب میں بتاتا ہوں کہ افتراق کیسے ہوتا ہے فرقہ کیسے بنتا ہے، ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ فرقہ کیسے بنتا ہے تاکہ ہم اس راہ سے بچیں۔ دیکھیں جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک لائن دی ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کہا ہے: چنانچہ اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی پہچان کراتے ہوئے فرمایا:

"فاستمسک بالذی اوحی الیک انک علی صراط مستقیم" (الزخرف:۴۳)

''پس جو وحی آپ کی طرف کی گئی ہے اسے مضبوط تھامے رہیں بیشک آپ صراط مستقیم پر ہیں''۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وحی کیا ہے؟ وحی دو چیزوں کا نام ہے یعنی کتاب وسنت، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہی دو چیزیں آپ ﷺ پر نازل فرمائی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" وانزل الله عليک الكتاب و الحكمة "(النساء:۱۱۳)

''اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب وحکمت (حدیث) اتاری ہے پھر فرمایا " انک علی صراط مستقیم "۔

''بے شک آپ (ﷺ) صراط مستقیم پر ہیں''۔

معنی یہ ہوا کہ صراط مستقیم اللہ تعالیٰ کی وحی کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحی دو چیزوں سے عبارت ہے، ایک قرآن دوسری حدیث۔ صراط مستقیم کتاب وسنت کے علاوہ کسی چیز کا نام نہیں۔ صراط مستقیم لوگوں کی باتیں، فتوے، قصے کہانیاں، قیل وقال، ظن وتخمین اور چونکہ چنانچہ نہیں ہے۔ صراط مستقیم ایک حقیقت کا نام ہے، جس حقیقت کو اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کا پیغام کہتے ہیں۔ اسے کون کون تھامے؟ کیا کوئی طبقہ مخصوص ہے، کہ وہ تھامے اور باقی نہ تھامیں؟ نہیں، بالکل نہیں، صراط مستقیم سب کے لیے ہے، سب ہی اسی تھامیں۔ اس لیے آگے فرمایا:

" وانه لذكر لک ولقومک و سوف تسئلون" ۔

''یہ نصیحت آپ کے لیے اور آپ کی پوری قوم کے لیے ہے''۔

پوری قوم کے لیے، چاہے وہ عالم ہو یا عامی، وہ تاجر ہو یا آجر، کچھ بھی ہو، پوری قوم کے لیے یہ ایک امر ہے کہ اس وحی کو تھام لو، البتہ تھامنے کی اپنی اپنی حدود ہیں، یہ ایک الگ موضوع ہے کہ کون کس طرح تھامے، لیکن تھامنا سب نے اس وحی کو ہی ہے۔ پھر فرمایا:" وسوف تسئلون" ''عنقریب تم سے پوچھ گچھ ہوگی''۔ ایک اور مقام پر فرمایا:" وقفوهم انهم مسئولون" ''قیامت کے دن پروردگار کی آواز آئے گی کہ روک لو سب کو، میں نے سب سے باتیں کرنی ہیں، سب سے سوال کرنے ہیں''۔ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک سے براہ راست بغیر کسی ترجمان کے باتیں کرے گا اور یہ اہم ترین نکتہ ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:" يوم يناديهم ماذا اجبتم المرسلين" ''اللہ تعالیٰ لوگوں سے سوال کرے گا کہ تم نے میرے نبیوں کی دعوت کا کیا جواب دیا۔ بہر حال یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ صراط مستقیم وحی الٰہی ہے (اور وحی دو چیزوں سے عبارت ہے ایک قرآن دوسری حدیث) یہ وحی بالکل واضح ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "تركتم على الملة البيضاء" یعنی جو راستہ میں نے تمہیں دیا ہے وہ بیضاء یعنی بالکل چمکدار اور روشن ہے جس میں اندھیرا اور تاریکی بالکل نہیں، بڑا روشن راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"ولقد يسرنا القرآن للذكر فهل من مدكر"۔(القمر : ۱۷)

''اور بے شک ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا نہیں ہے؟''۔

قرآن نصیحت ہے اور نصیحت آسان ہونی چاہیے۔ ناصح نصیحت کرے ایسے پیرائے میں کہ منصوح کو کوئی بات پلے نہ پڑے، تو یہ ناصح کا کمال ہے یا اس کا عیب ہے؟ اللہ تعالیٰ ناصح ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ ناصح ہیں، اللہ اس کے رسول نے قرآن وحدیث پیش کیا ہے، تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قرآن وحدیث پلے نہ پڑے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کو سمجھنا ایک خاص طبقے کا کام ہے، وہی اس کو پڑھیں اور سمجھیں ہم تو اسے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تقسیم باطل ہے، صراط مستقیم اللہ تعالیٰ کی وحی کا نام ہے، جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے پوری زندگی اس وحی کو پیش کیا، کوئی قیل وقال نہیں حتیٰ کہ اپنی خواہشات کو بھی (جو کہ انتہائی پاکیزہ ہیں) دین میں داخل نہیں کیا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

" وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحي يوحى" (النجم:۳،۴)

''اور نہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں، وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے''۔

یہ اس لیے کہ دین خالص رہے، اس لیے اپنی خواہش تک کو بھی دین میں داخل نہیں کیا، بعض مواقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سوال لے کر آتے تو آپ ﷺ جواب دینے کے لیے وحی کا انتظار فرماتے۔ وحی آتی تو آپ ﷺ جواب مرحمت فرماتے۔ کتب حدیث میں اس کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں۔ ایک بار تو ایسا ہوا کہ یہودیوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا، آپ ﷺ نے کہا کل جواب دوں گا۔ (یہ سوچ کر کہ وحی آجائے گی جواب دے دیں گے) لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے پیغمبر ﷺ کا ان شاء اللہ نہ کہنا، ناگوار گزرا کیونکہ مشیت تو اللہ تعالیٰ کی چلتی ہے کسی اور کی نہیں، حتیٰ کہ نبی کی بھی نہیں، بلکہ نبی تو مشیت کا تابع ہوتا ہے۔ اگلے دن یہودی پہنچ گئے آپ ﷺ خاموش ہیں، جواب نہیں دے رہے، بار بار آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں لیکن وحی نہ آئی، حتیٰ کہ پندرہ دن گزر گئے وحی نہ آئی۔ آپ ﷺ اپنی طرف سے بھی جواب نہیں دے رہے، کیونکہ آپ ﷺ پابند ہیں، کہ وحی کے بغیر نہیں بولنا، یہودیوں کا مذاق بڑھتا جا رہا ہے، ان کی تعلّی بڑھتی جارہی ہے۔ لیکن آپ ﷺ بالکل خاموش ہیں، کیونکہ وحی کے بغیر نہیں بولنا، پندرہ روز کے بعد وحی اتری، اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کا جواب دینے سے پہلے ان شاء اللہ نہ کہنے پر تنبیہ فرمائی۔

" ولا تقولن لشیء انی فاعل ذلک غدا الا ان یشاء اللہ" ۔الکھف:۲۳)

''اور ہرگز ہرگز کسی کام پر یوں نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا مگر ساتھ ہی ان شاء اللہ کہہ لینا''۔

تو جس طرح پوری کائنات اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے اور اس میں کسی اور کی مشیت شامل نہیں، اسی طرح یہ دین دین خالص ہے، حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی رائے تک اس میں شامل نہیں کی۔ آپ ﷺ پوری زندگی صحابہ کرام کو یہ دین دیتے رہے، سمجھاتے رہے، حتیٰ کہ آپ ﷺ کا آخری وقت آپہنچا۔ ایک مرحلے پر آپ ﷺ نے مثال دی کہ ایک شخص ہے اس کا ایک مشن ہے، اس نے مشن کی تکمیل کے لیے کسی کو بھیجا، اس نے خوب محنت کی مسلسل مشن کی تکمیل میں مصروف رہا حتیٰ کہ مشن پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا، اب بھیجنے والا اپنے نمائندے کو واپس بلاتا ہے کیونکہ کام پورا ہو گیا۔ ڈیوٹی ادا ہو گئی۔

یہ مثال بیان کر کے آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ اعلم ھذہ الامۃ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، صحابہ کرام نے پوچھا آپ کیوں روتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے کونسی ایسی بات کہہ دی ہے؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم نہیں سمجھے، مشن اللہ رب العزت کا ہے اور نمائندہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں آپ ﷺ دین پہنچاتے رہے، اب دین مکمل ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اتر چکا ہے:

" الیوم اکلمت لکم دینکم" (المائدۃ:۳)

''مشن کی تکمیل ہو گئی ہے، محمد ﷺ نے دین کا ایک ایک نکتہ اپنی قوم کو دے دیا ہے''۔

جس کا معنی یہ ہے کہ یہاں سے محمد ﷺ کی جدائی اور فراق کی گھڑیاں آچکی ہیں، وقت فراق قریب آچکا ہے، اس لیے رو رہا ہوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے وہم و گمان میں بھی یہ معنی نہیں تھا، یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم بھی رو پڑے۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم کیوں روتے ہو؟ کیا میں تمہیں خالی ہاتھ چھوڑ کر جا رہا ہوں؟ روتی تو وہ قومیں ہیں جو فکری اعتبار سے قلاش ہوں، کہ ہمارا کیا بنے گا، ہماری رہنمائی کون کرے گا؟ ہماری عافیت و سعادت کا سامان کہاں سے آئے گا؟ ہم رونے والی قوم نہیں، وہ دوسری قومیں ہیں، جو مرنے والوں پر صدیوں روتی ہیں اور حقیقت حال کا علم بھی نہیں ہوتا''۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں تہی دامن چھوڑ کر نہیں جا رہا، بلکہ تمہارے پاس ایک دولت، ایک سرمایہ چھوڑ کر جا رہا ہوں''۔

"ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنتی"۔

''میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک ان دونوں چیزوں کو تھامے رکھو گے گمراہ نہیں ہو گے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت''۔

ایک حدیث میں قرآن کے بعد سنت کے بجائے عترتی کے الفاظ ہیں، یعنی اپنے اہل بیت چھوڑ کر جا رہا ہوں، جس سے مراد آپ ﷺ کی بیویاں، بیٹی اور

خاندان کے دیگر افراد ہیں۔ کیونکہ اہل بیت کی توسط سے تقریباً آدھا علم ہم تک پہنچا ہے، گھریلو امور تقریباً آپ ﷺ کے اہل بیت کے ذریعے ہی ہم تک پہنچے ہیں، اکیلی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا دو ہزار حدیثوں کی راوی ہیں۔ اس لیے تو ہم اہل بیت کو چھوڑنے کا تصور نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کے توسط سے تو بہت علم ملا ہے۔

پھر صحیح بخاری کی یہ حدیث انتہائی قابل غور ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: "**کل امتی یدخلون الجنة الا من ابی قیل و من ابی قال من اطاعنی دخل الجنة و من عصانی فقدابی**"۔

یعنی ہم ایک راہ پر چل رہے ہیں، جس کا نام صراط مستقیم ہے جو کہ اللہ کی وحی کا نام ہے، جو قرآن وحدیث کا نام ہے، جو اسی خط مستقیم پر چلتا ہوا ہمارے پیچھے آئے گا وہ تو جنت میں ہمارے ساتھ جائے گا، اس لیے کہ جنت کا یہی واحد راستہ ہے، جنت کے دو تین، یا چار پانچ راستے نہیں ہیں، اور جس نے خط مستقیم سے اپنے آپ کو پھیر لیا، دائیں بائیں چلا گیا تو گویا اس نے جنت میں جانے سے انکار کر دیا، اس کی خواہش اگر چہ جنت میں جانے کی ہو لیکن اس کے کردار نے جنت میں داخلے سے انکار کر دیا۔

اب یہ سارے حقائق اپنے سامنے رکھیں، اب بات سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی، کہ فرقہ کیسے بنتا ہے، جناب محمد رسول اللہ ﷺ اس دین میں اصل ہیں، کیونکہ وہ اللہ کے پیغمبر ہیں، اللہ کی وحی آپ ﷺ پر اترتی ہے، آپ ﷺ نے پوری زندگی اسی وحی کا درس دیا، صحابہ کے سامنے اسی وحی کو پیش کیا، کبھی کسی مسئلہ میں یہ نہیں فرمایا کہ یہ میری رائے ہے، حتیٰ کہ وفات تک یہی باتیں ہوتی رہیں۔ اور آخر میں فرما گئے کہ جو اس راہ پر چل کر میرے پیچھے آئے مجھ سے آ ملے گا، وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جو اس راہ سے اپنے آپ کو پھیر لے گا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا، اور پیغمبر ﷺ جس راہ پر چلے وہ کتاب وسنت کی راہ ہے، یہی اللہ کی وحی اور یہی صراط مستقیم ہے، جو اس راہ پر چلے گا اور چلتا رہے وہ اللہ کے پیغمبر کی جماعت ہے، صحابہ کرام اسی راہ پر چلے، تابعین اسی راہ پر چلے، اور یہ صحابہ وتابعین رسول اللہ ﷺ کی جماعت ہے، اس لیے کہ وہ اصل پر قائم رہے، اصل صراط مستقیم ہے، لہذا کتاب وسنت پر چلنے والے ہی اللہ کے پیغمبر کی جماعت ہیں اور اللہ کے پیغمبر ہی اس جماعت کے قائد ہیں اور جس نے اپنے آپ کو دائیں بائیں پھیر لیا، وہ دائیں بائیں دعوت دینے والا کوئی بھی ہو، وہ اس جماعت سے نکل گیا، اسی کا نام افتراق ہے اور فرقے اسی طرح بنتے ہیں، جو شخص کتاب وسنت کو تھامے ہوئے ہے وہ فرقہ نہیں، وہ تو اللہ کے نبی کی جماعت ہے، امام ابن کثیرؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"**یوم ندعو کل اناس باماھم**" (بنی اسرائیل)

"قیامت کے دن ہم ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے"۔

فرماتے ہیں: "**ھذہ الایة اکبر شرف لاھل الحدیث**"۔ "یعنی یہ آیت کریمہ اہل حدیث کے لیے شرف کی بات ہے"۔ اہل حدیث کے لیے شرف اس لیے ہے کیونکہ ان کے امام محمد رسول اللہ ﷺ ہیں باقی ہر جماعت وفرقے نے کسی شخصیت کو مقرر کر لیا اور اسے اپنا امام ولیڈر مان لیا اس کی ہر بات کو مانتے ہیں، ہر عمل کو قبول کرتے ہیں، اس کا معنی یہ ہے کہ یہ لوگ اس لیڈر کے ساتھ فرقہ بن گئے۔ اصل جماعت کیا ہے؟ اصل جماعت وہی ہے جسے قرآن نے ذکر کیا ہے:

"**والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم و رضوا عنه**"۔ (التوبة: ۱۰۰)

"اور جو مہاجرین وانصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے"۔

سابقین الاولین خالص اللہ کے پیغمبر کے پیروکار تھے اور یہی راہ مستقیم ہے جس پر ابوبکر، عمر، عثمان، علی، ابوعبیدہ بن جراح، ابوطلحہ، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعید بن زید رضی اللہ عنھم چلتے رہے۔ اللہ ان سے راضی ہے، اب جو ان کی راہ پر چلے گا یعنی پیغمبر علیہ السلام کی پیروی کرے گا تو اللہ ان سے بھی راضی ہوگا ان سب کے لیے جنت کی عظیم کامیابی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں آپ ﷺ کے علاوہ کوئی قائد نہ تھا، قرآن وحدیث کے علاوہ کوئی کتاب نہ تھی، ایک

ہاتھ میں قرآن اور ایک ہاتھ میں حدیث اور قیادت حضرت محمد ﷺ کی۔ یہ جماعت ہے جو اس راہ پر چلتا رہے گا ان سابقین الاولین کی پیروی کرتا رہے گا، وہ جماعت ہے اور جس نے اپنے آپ کو یہاں سے ہٹالیا، الگ وجدا کرلیا، دائیں بائیں بھٹک گیا وہ رسول اللہ ﷺ کی جماعت سے خارج ہوگیا اور فرقہ بن گیا۔

عجیب بات ہے کہ جب ذکر ہوتا ہے، چار راستوں کا ذکر ہوتا ہے، چار امام، چار روحانی سلسلے، ہم عرب گئے وہاں بھی چار سلسلے تھے، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خط مستقیم کھینچا اور دو خط اس کی دائیں طرف اور دو بائیں طرف کھینچے۔ یہ ٹوٹل چار خط ہو گئے اور ان چار خطوں میں بڑی حکمت ہے اور بڑی معنی خیزی ہے اس پر غور کریں۔ بہر حال میں نے بتانے اور سمجھانے کی کوشش کی کہ جماعت کیا ہے اور فرقہ کیا ہے اور کیسے بنتا ہے، ایک اور حدیث جو کہ جامع ترمذی اور مسند احمد میں ہے اس سے بات اور واضح ہو رہی ہے، اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت میں فرقوں کے وقوع کی خبر دی ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

" ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین و سبعین ملة، و تفترق امتی علی ثلاث و سبعین ملة، کلهم فی النار الاملة واحدة قالوا: من هم یا رسول الله! قال: ما انا علیه و اصحابی "۔

''میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی سارے جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے، صحابہ نے پوچھا وہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اس چیز پر قائم ہوں جس پر آج میں قائم ہوں اور میرے صحابہ قائم ہیں''۔

یہ الفاظ اور یہ مفہوم ذہن میں رہے کہ جنت فرقہ ناجیہ کو ملتی ہے اور فرقہ ناجیہ وہ ہے جو اس چیز پر قائم ہو جس پر اللہ کے رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ قائم تھے۔ اور یہ بات پہلے طے ہوچکی ہے کہ جناب حضرت محمد ﷺ پوری زندگی اسی چیز پر قائم رہے جس پر قائم رہنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، یعنی وحی۔ صحابہ نے بھی اسی کو تھاما اور وحی قرآن وحدیث کا نام ہے، لہذا فرقہ ناجیہ وہ ہے جو قرآن وحدیث کو تھامے ہوئے ہو، اب اس حدیث کا ایک اور جملہ ملاحظہ ہو، جب صحابہ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں جو جنت میں جائیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ھی الجماعۃ'' یعنی وہ جماعت ہے، اب جماعت کا معنی واضح ہوگیا، کہ جماعت اس گروہ کا نام ہے جو اس چیز کو تھامے جس چیز کو اللہ کے پیغمبر ﷺ نے اور ان کے صحابہ نے تھاما، باقی سب فرقے ہیں، اب جماعت کا تشخص آپ کے سامنے واضح ہوگیا، یعنی کتاب وسنت کی روشنی میں جماعت وہ ہے جو قرآن وحدیث پر قائم ہو۔

اب جو اس جماعت سے الگ ہوگا وہ فرقہ ہے اور فرقہ بندی کا نقصان کیا ہے؟ نقصان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں چھوڑ دے گا، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

" ید الله علی الجماعة " ''یعنی اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے، نیز فرمایا: **" الجماعة رحمة والفرقة عذاب "۔**

''یعنی جماعت رحمت ہے اور تفرق عذاب ہے'' تو شریعت فرقہ بندی کو عذاب قرار دیتی ہے۔

اس امت میں افتراق کی تاریخ خوارج سے شروع ہوئی خوارج پہلا فرقہ تھا جو جماعت سے الگ ہوئے، اپنی قیادت الگ کی اور یوں امت کو بانٹنے کی کوشش کی، بظاہر ان کی عملی زندگی وکردار بہت اچھا اور عمدہ تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" تحتقرون صلاتکم الی صلاتهم و صیامکم الی صیامهم " (ابن ماجہ)

''یعنی وہ نمازیں ایسی پڑھیں گے کہ اے صحابہ تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلے میں اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلے میں حقیر جانو گے''۔

محدثین کا اجماع ہے کہ جتنے فرقے ہیں ان میں خوارج ایسا فرقہ ہے جس میں جھوٹ بالکل نہیں، بلکہ وہ تو مرتکب کبیرہ کو کافر قرار دیتے ہیں۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا:

" لئن ادرکتهم لا قتلنهم قتلة عاد و ثمود "۔

''یعنی اگر میں نے خارجیوں کو پالیا تو میں انہیں قوم عاد وثمود کی طرح قتل کر کے رکھ دوں گا''۔

یہ اسلام میں پہلا فرقہ ہے تو اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ فرقے کا معاملہ کوئی معمولی معاملہ نہیں، جسے یونہی چھوڑ دیا جائے۔

دمشق میں جب صحابی رسول ابو امامہ الباہلی نے جنگ کے بعد خارجیوں کی لاشیں دیکھیں اور وہ بکھری پڑی تھیں تو ترس کھانے کے بجائے فرمایا:

'' شر قتلیٰ تحت ادیم السماء''۔

''اس آسمان کے نیچے یہ سب سے بدترین مخلوق ہیں''۔ اور فرمایا میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا کہ:

'' الخوارج کلاب النار''۔ ''کہ خارجی جہنم میں کتے بنا کر ڈال دیئے جائیں گے''۔

یہاں جو چیز مؤجب عذاب ہے وہ تفرق ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ فرقہ بندی فشل کا سب سے بڑا سبب ہے۔

اب ہمارا کردار کیا ہونا چاہیے؟ فرقے تو بنتے رہیں گے کیونکہ صادق ومصدوق محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان پتھر پر لکیر ہے کہ: ''میری امت میں تہتر فرقے بنیں گے''۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ کیونکہ آپ ﷺ نے خبر دی ہے لہذا فرقے تو بننے ہی ہیں۔ اب ہمیں کیوں ڈانٹتے ہو، میرے دوستو اور بھائیو رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان: ''کہ فرقے بنیں گے'' یہ دعوت نہیں ہے، یہ تھویل اور تنبیہ ہے کہ تم بچنا، لہذا اس حدیث کو فرقے بندی کا جواز نہیں بنایا جا سکتا۔ آپ ﷺ نے فرقوں کی خبر دی ہے، فرقہ پرستی کی دعوت نہیں دی، بلکہ آپ ﷺ کا یہ فرمان: ''کہ سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے'' تنبیہ ہے کہ تم بچ کے رہنا۔

اب ایک مسلمان کی ذمہ داری واضح اور متعین ہو چکی، کہ وہ سب کچھ چھوڑ دے اور کتاب وسنت کو تھام لے، اللہ کی وحی کو تھام لے، اس دعوت میں کوئی تعصب نہیں ہے۔ تعصب تو تب ہوتا ہے جب کسی شخصیت کی طرف بلایا جائے اور اگر کوئی کہے کہ اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف آؤ، قرآن وحدیث کی طرف آؤ، تو اس میں کوئی تعصب نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

'' واعتصموا بحبل الله جميعا''۔

''کہ تم مل کر حبل اللہ کو پکڑ لو''۔

یہ اللہ کا بتایا ہوا علاج ہے، بقول ابن مسعودؓ کہ حبل اللہ کتنی بڑی نعمت ہے، کہ جس کا ایک کونا تمہارے ہاتھ میں اور دوسرا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اگر اس کو تھام لو گے تو تم اس لڑی میں منسلک ہو جاؤ گے جس لڑی کو اللہ نے تھاما ہوا ہے، یہ کتنی بڑی نعمت ہے ایسا شخص کبھی ناکام نہیں ہوگا، کبھی شکست خوردہ نہیں ہوگا، اگر قوم اجتماعی طور پر اس حقیقت کو اپنا لے اور اس رسی کو مضبوطی سے تھام لے جس کا پہلا سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے، تو وہ قوم کیسے ناکام ہوگی؟ اس قوم کا مقدر فشل کیسے بن سکتا ہے؟ یہ جماعت تو کامیاب وکامران ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اسے تھاما فقیر ہونے کے باوجود، پیٹوں پر پتھر باندھنے کے باوجود، کمزور ہونے کے باوجود، قیصر وکسریٰ کو تخت وتاراج کر کے رکھ دیا، کتنی بڑی سلطنتیں، ان کا غرور خاک میں ملا کر رکھ دیا، اس لیے کہ انہوں نے حبل اللہ کو تھاما اور آپس میں شیر وشکر تھے، کوئی گروہ بندی نہیں تھی، جماعت واحدۃ تھے۔

جماعت کیا ہے؟ فرقہ کیا ہے اور کیسے بنتا ہے؟ اور صراط مستقیم کیا ہے؟ یہ سب باتیں واضح ہو چکی ہیں، اب جن لوگوں نے اللہ کی وحی کو تھاما وہ متوجہ ہوں، ان میں بھی افتراق کی ایک شکل پیدا ہوگئی ہے دعویٰ ان کا یہ ہے کہ ہم اللہ کی وحی کو تھامنے والے ہیں، ایک ہاتھ میں قرآن اور ایک ہاتھ میں حدیث ہے لیکن تنظیمیں بن گئیں کیا یہ جائز ہے؟ نہیں یہ حرام اور ناجائز ہے، ایسا کرنے والا کوئی بھی مستحق ہو لعنت ہے، کیونکہ یہ امت کو تقسیم کرنے والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث ایسے لوگوں پر منطبق ہو رہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

'' ما ذئبان جائعان باتا فی غنم قوم بافسد لها من حرص المرء، للمال والشرف لدينه''۔ (ترمذی)

''یعنی دو بھوکے بھیڑیے اگر رات بھر کے لیے بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں وہ دونوں مل کر بکریوں کا اتنا نقصان نہیں کریں گے جتنا نقصان انسان

کے دین کو دو چیزوں سے پہنچتا ہے، ایک مال کی حرص اور دوسرا عہدہ ومنصب کی حرص۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ جو کتاب وسنت کو تھامنے والے ہیں ان کا افتراق کی راہ پر آنا، تنظیمیں بنانا یا کسی تنظیم میں شریک ہونا یہ خیر وبرکت کا باعث نہیں ہے۔ یہ بھی افتراق کا راستہ ہے اور بڑا نقصان دہ ہے۔ دین اسلام میں جو جماعت حقہ ہے ان میں افتراق کا کوئی تصور نہیں وہ تو جماعت واحدۃ ہے۔

اب افتراق کا سبب کیا ہے؟ عہدہ کی محبت یا مال کی محبت۔ اگر اللہ کا خوف ہوگا تو تنظیم نہیں بن سکتی، افتراق نہیں ہوسکتا، ہاں اگر مال کی محبت ہوگی یا عہدہ کی محبت ہوگی پھر جماعت بنے گی، فرقہ بنے گا، تنظیمیں بنیں گی۔ بقول ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہ یہ شیطانی عمل ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی بندہ زوردار کام کرنا چاہتا ہے تو پہلے شیطان اسے اس کام سے روکتا ہے، جب بندہ اپنے ارادے میں غالب آجائے کہ میں یہ کام کرکے رہوں گا تو پھر شیطان ایک اور وار کرتا ہے کہ تم اکیلے کرو گے تو کام کم ہوگا، تم کچھ لوگوں کو جمع کرو اور ایک تنظیم بناؤ پھر کام کرو، تو بندہ سوچتا ہے کہ یہ بات تو بالکل ٹھیک ہے، اب لوگ جمع ہوگئے، ایک تنظیم بن گئی وہ اس کا امیر بن گیا یا کوئی بن گیا، شیطان کہتا ہے اب کام کرو، اب یہ ٹھیک ہے، اب وہ بندہ خوش ہے کہ کام ہو رہا ہے، بڑا نام ہے شیطان خوش ہوتا ہے کہ اللہ کے دربار میں کوئی پذیرائی نہیں کیونکہ بنیاد ہی غلط ہے۔ ٥ میرے دوستو اور بھائیو! یہ معاملہ شرعی اعتبار سے بڑا خطرناک ہے کیونکہ اس صورت میں عقیدہ ولاء وبراء مجروح ہوجاتا ہے، آپ تنظیموں کی تاریخ اور ان کے کردار پر غور کریں تو آپ پر یہ بات واضح ہوگی کہ اس کے بعد عمل اسلام کے لیے نہیں، اللہ کی رضا کے لیے نہیں، بلکہ تنظیم کے لیے ہے بلکہ بعض معانی میں تنظیم ایک بت بن جاتی ہے، بت اس طرح کہ اس تنظیم کا پیروکار یہ عقیدہ بنا لیتا ہے کہ میرے امیر سے غلطی نہیں ہوسکتی، حتیٰ کہ دیکھنے میں آتا ہے کہ صریح غلطی پر بھی لوگ اس کا دفاع کرتے ہیں، تو کیا یہ طرز عمل ٹھیک ہے؟ کیا یہ بت بنانا نہیں؟ قرآن نے اس معنی میں فرقہ بندی کو شرک کہا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

" ولا تکونوا من المشرکین من الذین فرقوا دینھم و کانوا شیعا کل حزب بما لدیھم فرحون"۔ (الروم۔ ۳۲)

''اور مشرکین میں سے نہ ہوجاؤ، ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور خود بھی گروہ گروہ ہوگئے، ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے خوش ہے''۔

اس معنی میں جو افتراق ہے ان لوگوں میں جو اللہ کی وحی کو تھامنے کا دعویٰ کرنے والے ہیں، انتہائی مضر ہے، وہاں بات دین اسلام کی نہیں رہتی۔ میں ایک مثال آپ کو دیتا ہوں، کیا اسلام نے اپنا کوئی پرچم پیش کیا ہے؟ کہ یہ اسلام کا جھنڈا ہے؟ یہ اس کا رنگ وڈیزائن ہے؟ یہ اس کی خصوصیت ہے؟ کہ جس کو اونچا کریں تو اسلام اونچا ہو؟ نہیں آج ہم بہت سی تنظیموں اور جماعتوں کو دیکھتے ہیں کہ انہوں نے باقاعدہ اپنے پرچم ڈیزائن کیے ہوئے ہیں، کوئی کتاب چھاپیں، تو وہ جھنڈا ساتھ چھپتا ہے۔ کوئی اجلاس ہو تو وہ جھنڈا لہرائے گا، کوئی پروگرام ہو تو جھنڈا وہاں موجود ہوگا۔ اسے لہرایا جائے گا۔ اب بتائیں اس پرچم کو اونچا کرنا تنظیم کو اونچا کرنا ہے یا اسلام کو؟ یہ پرچم اسلام کا تو نہیں، یہ اسلام کی تعبیر تو نہیں، اس سے اخلاص ختم ہوجاتا ہے، عقیدہ الولاء والبراء ختم ہوجاتا ہے جو عقیدے کا سب سے اہم شعبہ ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

" اوثق عری الایمان الموالاۃ فی اللہ والمعاداۃ فی اللہ"۔

''یعنی اسلام کا سب سے مضبوط کنڈا یہ ہے کہ کسی سے محبت کرو تو اللہ کی خاطر اور بغض رکھو تو اللہ کی خاطر''۔

آج الولاء والبراء کی یہ اساس ہے؟ نہیں، آج محبت ونفرت کی اساس تنظیم ہے تو حید نہیں، ایک شخص کتنا بڑا موحد کیوں نہ ہو اگر وہ آپ کی تنظیم کا نہیں تو آپ اس سے نفرت کریں گے اور اگر ایک شخص قبر پرست ہی کیوں نہ ہو اگر آپ کے کاز سے متفق ہے تو آپ اس سے محبت کریں گے، میرے دوستو اور بھائیو! یہ عمل اسلام کے لیے مضر ہے افتراق کا یہ پہلو ناقابل قبول ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارا سبب فشل بالکل واضح ہے، جسے اللہ نے بیان کردیا ہے اور وہ ہے باہم نزاع وافتراق اور اسی میں ہماری کمزوری اور دشمن کی طاقت

ہے، اگر دشمن ہم پر حاوی آ جائے تو ہماری یہ کمزوری وسائل کے اعتبار سے نہیں بلکہ ایمان اور عقیدہ کے اعتبار سے ہے۔ یہ نزاع و افتراق کیونکہ نقصان دہ ہے اس لیے اس سے بچنا چاہیے۔ یہی فرقہ بندی کے دور میں ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے آپ کو افتراق سے بچائے جس کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے پیش کر دیا ہے۔

" واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا"۔

یعنی تفرق سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ اللہ کی رسی کو تھام لو اور اللہ کی رسی کو تھامنے کا معنی یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی پوری پوری پیروی کرو اپنے آپ کو اس کے پیچھے لگا لو اور اپنی من مانی تاویلوں سے کتاب وسنت کو پیچھے کرنے کی کوشش نہ کرو۔

میرے بھائیو اور دوستو! آخر میں، میں ایک اہم مشورہ آپ کو دیتا ہوں کہ آپ اپنے وقت کے جید علماء سے رابطہ رکھیں، ایسے علماء جو مخلص ہوں، ثقہ ہوں، کتاب سنت کی بات کرنے والے ہوں، اللہ کا خوف رکھنے والے ہوں، جو اس افتراق کی دلدل میں پھنسے ہوئے نہ ہوں، یہ آپ کو انصاف کی بات بتائیں گے، آپ کی تربیت کریں گے، کتاب سنت کی روشنی میں آپ کا تزکیہ کریں گے کیونکہ تزکیہ و تربیت کی اساس اللہ کا دین ہے، کتاب وسنت ہے، اور کچھ نہیں۔ یاد رکھو ایسے علمائے کرام کا وجود ہر دور کے لیے پروردگار کی ایک نعمت ہے لہذا آپ ان سے تعلق جوڑیں۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ کا قول: **" لو كان الفقيه على رأس جبل لكان هو الجماعة"۔**

اگر ایک فقیہ عالم دین پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا ہو تو وہ جماعت ہے، اس کے پاس جاؤ اس سے استفادہ کرو، تمہارے امراض، مشاکل اور فتنوں کا علاج پیش کرے گا، اور تمہیں کتاب وسنت کے نور کے ذریعے حق پر قائم رکھے گا۔ اس پرفتن دور میں علماء سے رابطہ ایک امر لازم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''کہ فتنے تہہ بہ تہہ، پے در پے آئیں گے اور ایسے آئیں گے کہ ہر بعد کا فتنہ پہلے فتنے کو چھوٹا کر دے گا''۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ''کہ لوگ ان فتنوں میں دنیا کے چھوٹے چھوٹے مفاد کی خاطر اپنے دین کو بیچ دیں گے''۔

مزید فرمایا: ''کہ انسان صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر، شام کو مومن ہوگا اور صبح کافر''۔

ان فتنوں کی ہولناکیوں کے ذکر کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

" من اراد يزحزح عن النار و يدخل الجنة فلتاته منيته وهو يؤمن بالله واليوم الاخر ويات الى الناس بما يحب ان يوتى اليه "

(رواہ مسلم) یعنی جو شخص چاہتا ہے کہ وہ آگ سے بچالیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو اسے چاہیے کہ اس پر ایسی حالت میں موت آئے کہ وہ اللہ پر اور یوم

آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اور لوگوں کے ساتھ وہ معاملہ کرے جو معاملہ اپنے ساتھ چاہتا ہے''۔

تو جو جہنم سے بچنا چاہتا ہے اور جنت میں داخلہ چاہتا ہے اسے اپنے عقیدے کی اصلاح کا پروگرام بنالینا چاہیے، اپنے ایمان باللہ کو، اپنی توحید کو مضبوط کرلینا چاہیے، اس کا ایمان باللہ بالکل کامل ہو، توحید میں کوئی کمی اور کجی نہ ہو، توحید پڑھے، توحید سمجھے، علماء سے توحید کے دلائل معلوم کرے، اور اس پر اپنے آپ کو عامل بنائے۔

دوسرا یہ کہ قیامت پر اس کا ایمان ہو اور اس کی فکر کرے، پرفتن دنیا کو اور اس کے جھمیلوں کو چھوڑ دے، دنیا سے صرف واجبی سا تعلق رکھے، اصل پروگرام آخرت کا بنائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" اللهم لا عيش الا عيش الاخرة " ''کہ اے اللہ زندگی تو آخرت کی ہے''۔

تیسری چیز یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ وہ معاملہ کرے جو معاملے وہ اپنے ساتھ چاہتا ہے اپنے بارے میں لوگوں سے جو توقعات رکھتا ہے کہ لوگ میرے ساتھ یوں پیش آئیں، میری غیبت نہ کریں، بہتان نہ لگائیں، میرا مال نہ چھینیں، مجھ سے نفرت نہ کریں، مجھ پر ظلم نہ کریں، اسی طرح وہ لوگوں کے لیے بن جائے

کہ ان سے محبت کرے، ان کی غیبت نہ کرے، ان سے نفرت نہ کرے، ان پر بہتان نہ لگائے ان کی عیب جوئی نہ کرے، ان کا مال نہ کھائے، ان پر ظلم نہ کرے۔

تو یہ وہ کردار ہے جو ہمیں اختیار کرنا چاہیے، ہمیں کتاب وسنت کا علم ہو، کیونکہ وہ نور ہے ہم اس نور کے ذریعے ہر فتنے سے نجات پا سکتے ہیں، اور یہ نور علمائے کرام کے پاس ہے، یہ نور مدارس میں ہے، لہٰذا اپنی اولاد کو مدارس بھیجو۔

میرے بھائیو اور دوستو! یہ بڑا ضروری نکتہ ہے کہ یہ پرفتن دور تعلیم اور تعلم کا دور ہے کہ نوجوان وقف ہو جائیں، علم نافع اور عمل صالح کے حصول کے لیے، اس علم اور عمل صالح کے حصول کے لیے مدارس میں جائیں، علماء سے ملیں تا کہ ان کی اصلاح ہو، تربیت ہو، ایمان باللہ مستحکم ہو، آخرت کی فکر ہو تو یہ کردار ہے جسے اس پرفتن دور میں اپنانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے کی، اسے اپنانے کی، اس پر پوری طرح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ رب العزت ہمارے سینوں کو کتاب وسنت کے نور سے منور فرما دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پوری اصلاح کی، تزکیہ اور تربیت کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس افتراق سے بچائے جو افتراق اس امت کے لیے موجب ہلاکت ہے، اور اللہ کی ناراضگی کا باعث ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں جماعت واحدۃ بنا دے، وہ جماعت واحدۃ جس کا تعلق کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے ساتھ ہو۔

جان لیجیے تنظیم سازی کا عمل غیر شرعی ہونے کے ساتھ ساتھ شرک کے دروازے کھولنے والا ہے، اسلامی معتقدات کے خلاف ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہے، امت مسلمہ کی کمزوری، اور دشمنوں کی مضبوطی اور تقویت کا باعث ہے، نیز یہ عمل اخلاص وللّٰہیت کے منافی ہے، کیونکہ اس کا مقصد وہدف حب جاہ یا حب مال کے سوا کچھ نہیں، پھر شہرت کے حصول کے لیے ہر جائز و ناجائز ہتھکنڈے بروئے کار لائے جاتے ہیں اور تو اور بے دریغ جھوٹ بولا جاتا ہے، بلکہ اسے حلال سمجھا جاتا ہے حالانکہ جھوٹ وہ عمل ہے جسے اللہ رب العزت نے موجب لعنت قرار دیا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ مومن جھوٹ نہیں بول سکتا، یہ دعوت فکر دیتا ہے، کہ جھوٹ بولنے والا اپنے ایمان پر نظر ثانی کرے، رسول اللہ ﷺ کی ایک اور حدیث ہے:

" ایاکم والکذب فإن الکذب یھدی الی الفجور وان الفجور یھدی الی النار ولا یزال الرجل یکذب حتی یکتب عنداللہ کذابا"۔

''جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ تمام برائیوں کا راستہ کھولتا ہے، اور برائیاں جہنم کی راہ ہموار کرتی ہیں اور ایک شخص اس قدر جھوٹ بولتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے''۔

"اعاذنا اللہ من شرور انفسنا وسیئات اعمالنا"۔

پھر حب مال، حرص مال اور طمع دنیا مالی خیانتوں پر اکساتی ہے اور اجتماعی مال میں خیانت کا ارتکاب عاقبت کو تباہ و برباد کر دینے والا گناہ ہے، غنائم خیبر سے محض ایک چادر لے لینے والا خادم رسول ﷺ عذاب قبر میں جھونک دیا گیا بلکہ وہی چادر جہنم کا شعلہ بن کر اس کے بدن کا خیمہ بن گئی اور جب اسی موقعہ پر ایک دوسرے صحابی نے اپنی جیب سے دو تسمے جو اس نے میدان سے اٹھا کر جیب میں رکھ لیے تھے آپ ﷺ کو واپس کرنا چاہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اب میں یہ تسمے ہرگز قبول نہیں کروں گا بلکہ تم سے قیامت کے دن وصول کروں گا''۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **" ادوا الخیاط والمخیط ...... الحدیث "**۔ ''یعنی اجتماعی امانتوں کا سوئی دھاگہ بھی ادا کر دو''۔

الغرض تنظیم سازی وفرقہ بندی اپنے دامن میں بہت سے مثالب و مفاسد لیے ہم پر مسلط ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی رحمت ہم سے دور ہے، اور وہ نقصانات جو فرقت کے تعلق سے قرآن وحدیث میں مذکور ہیں، ہمیں پوری طرح ڈھانپے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان فرقتوں اور فتنوں سے مخرج اور ملجا و ماوی مہیا فرما دے۔ (آمین)